خوفناک کہانی

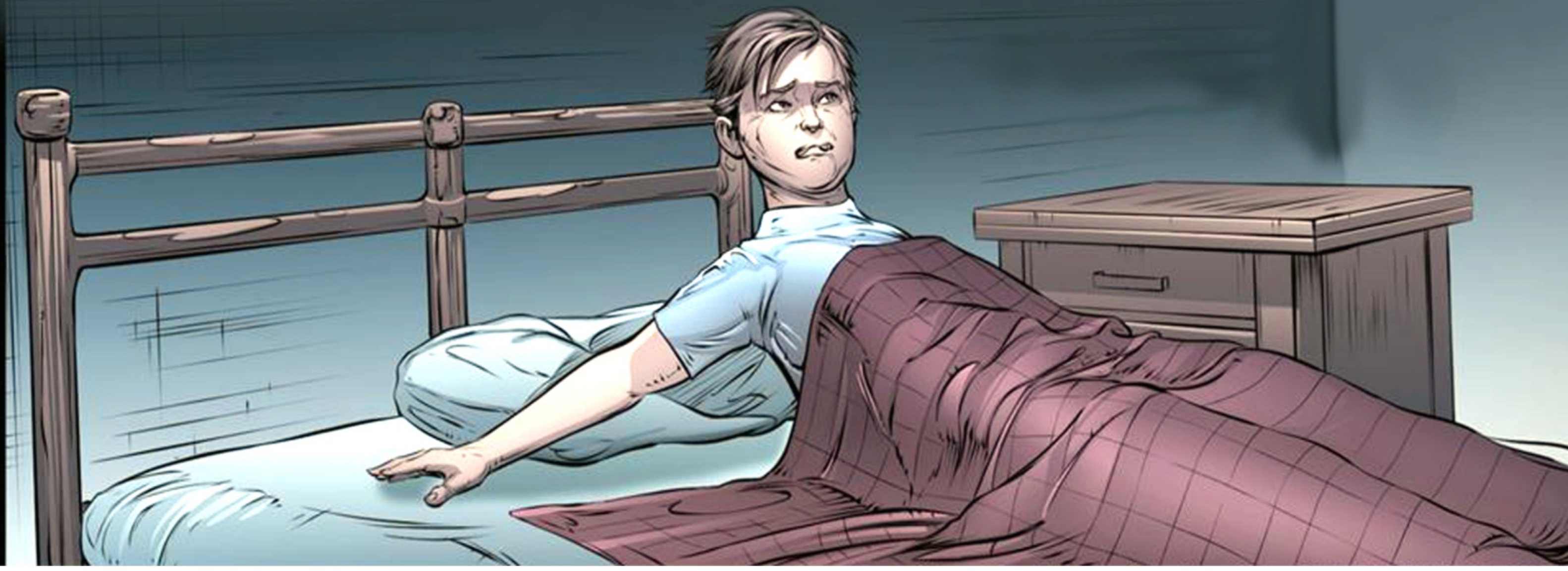
خوف کی رات

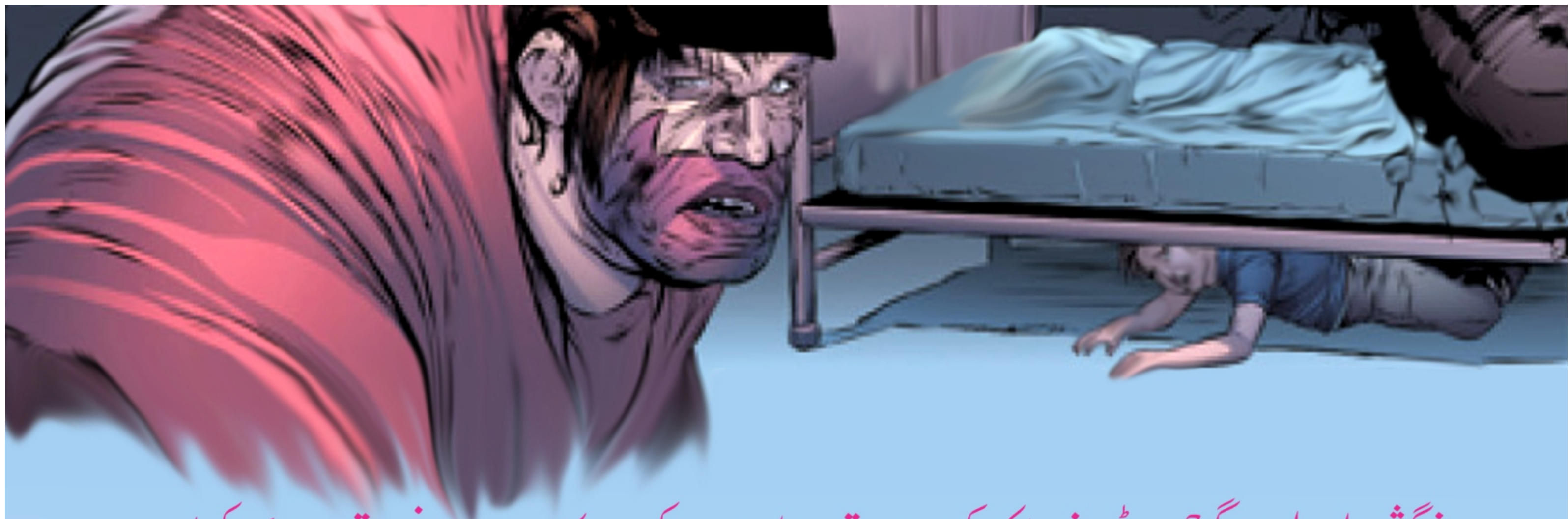
تحریر: معظم جاوید بخاری

خوف کی رات

تحریر: معظم جاوید بخاری

ثاقب اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔اس کی عمر گیارہ سال تھی ۔ وہ بڑا کمزور اور دبلا پتلا لڑکا تھا۔اس کی صورت دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی رو پڑے گا۔ دراصل وہ اپنے باپ کی بے جا سختی کا شکار تھا۔اس کا باپ چھوٹی چھوٹی بات پر اسے ڈانٹتا رہتا تھا۔ اگر اس سے کوئی نقصان ہوجاتا تو پھر اس کی شامت آجاتی ۔اس کا باپ نہایت بے دردی سے سے پیٹتا۔ جس کے باعث وہ کئی کئی دن تک درد سے کراہتا رہتا تھا۔اس کے جسم پر جگہ جگہ نیل پڑے دکھائی دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ثاقب ہر وقت خوف کا شکار رہتا تھا۔اس سے سکول کا ہوم ورک بھی درست نہیں ہو پاتا تھا جس کے باعث اکثر سکول میں اس کی مس اسے ڈانٹتی تھی ۔ خوف اور غیر یقینی صورتحال کی وجہ سے وہ بہت زیادہ بزدل اور نالائق بنتا جارہا تھا۔ وہ سکول جانے کے نام سے لرزتا تھا مگر باپ کی مار پیٹ کے ڈر سے وہ مجبوراً سکول جاتا تھا۔اس کی کاپیاں گندی اور پھٹی رہتی تھی ۔ اکثر کلاس فیلو بچے اس کے بستے سے چیزیں نکال لیتے تھے اور اس کا خوب مذاق اُڑاتے مگر ثاقب ان کے سامنے بے بس دکھائی دیتا تھا۔ وہ ان کے سلوک کی شکایت کرتا تو کس سے؟ باپ سے کرتا تو الٹا مار پڑتی ۔ مس سے کرتا تو وہ اسے ہی قصوروار ٹھہراتی ۔ عام لفظوں میں یہ کہہ لیجئے کہ ثاقب نہایت مظلوم بچہ تھا جو احساس محرومی اور خود اذیتی میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس کی حالت کی طرف نہ تو اس کی ماں غور کر رہی تھی اور نہ ہی اس کا باپ ۔ ان دونوں کا صرف یہی تقاضہ تھا کہ وہ دل لگا کر پڑھے اور گھر کی چیزوں کا نقصان نہ کیا کرے ۔ ثاقب سے ہونے والے نامناسب سلوک نے اس کی شخصیت مسخ کر دی تھی ۔ وہ اکثر چھوٹے جانوروں سے کھیلتا ہوا دکھائی دیتا اور پھر انہیں بے دردی سے ہلاک کر دیا کرتا۔اس نے کئی بلیاں،





خرگوش، طوطے اور دیگر چھوٹے جانور ہلاک کر دیئے تھے۔ والدین اس کی ان حرکات سے بے خبر تھے۔ دن بھر کی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد رات کو وہ بستر پر بھی خوفزدہ رہتا۔ اسے دیر تک نیند نہیں آتی تھی اور وہ ادھر ادھر کروٹیں بدلتا رہتا۔ لیٹے لیٹے اسے عجیب وغریب احساس اپنے گھیرے میں لے لیتے تھے۔ کبھی تو اسے ایسا لگتا کہ جیسے کوئی چھت پھاڑ کر آ جائے گا اور اس کی گردن دبوچ لے گا۔ اور کبھی دروازے کے باہر کسی کے چلنے کی آوازیں سنائی دیتی۔ وہ اس خوف سے کہ کوئی ابھی اندر آ جائے گا، جلدی سے چادر میں منہ چھپا کر لیٹ جایا کرتا تھا۔

یہ منگل کی رات کی بات ہے کہ ثاقب کو گلاس ٹوٹ جانے پر اپنے باپ سے بہت مار پڑی تھی۔ وہ درد سے کراہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا آیا۔ آج اسے سزا کے طور پر کھانا بھی نہیں دیا گیا تھا۔ وہ اپنی آستین سے آنسو پونچھتا ہوا بستر پر لیٹ گیا۔ اس کا انگ انگ درد کر رہا تھا۔ وہ سسکتا ہوا خالی نظروں سے چھت کو گھور رہا تھا۔ جب کافی دیر گزر گئی تو اس کے جسم کو کچھ آرام ملا۔ درد کا احساس کم ہوا تو اس کی سسکیاں اور آنسو بھی غائب ہو گئے۔ البتہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ وہ لیٹے لیٹے سوچ رہا تھا کہ اگر وہ خاموشی سے اُٹھ کر باورچی خانے میں جائے تو وہاں پڑی فریج میں سے یقیناً اسے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل سکتا ہے۔ لیکن یہ خیال اس کے ارادے پر بند باندھے ہوئے تھا کہ اگر وہاں کوئی شے گر گئی تو کھٹکے سے یقیناً امی ابو کی آنکھ کھل جائے گی اور پھر اس کی خیر نہیں۔ وہ یونہی دم سادھے لیٹا رہا۔ اچانک اسے دروازے کے باہر بھاری بھاری بوٹوں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ نہ تو اس کے ابو کے قدموں کی تھی اور نہ ہی اس کی امی کے جوتوں کی۔ وہ چونک کر اپنے بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ بدن میں خوف کی ٹھنڈی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ باہر کون ہو سکتا ہے؟ شاید کوئی جن یا بھوت! اس کا منہ خشک ہونے لگا۔ پھر جب کمرے کے کواڑ زور سے ہلے تو ثاقب کی سٹی گم ہو گئی۔ اس نے چادر کھینچی اور جلدی سے بستر سے نیچے اترا اور پلنگ کے نیچے گھس گیا۔ اس نے چادر سے اپنے آپ کو لپیٹ رکھا تھا۔ اب دروازہ زور زور سے ہل رہا تھا جیسے کوئی دروازہ کھول کر اندر آنے کی کوشش کر رہا ہو۔ دروازے کا کمزور لاک زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا اور دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ ثاقب پلنگ کے نیچے سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ فق ہو چکا تھا۔ اسے دروازے میں سے چار بڑے بڑے پیر اندر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان پیروں میں پرانے چمڑے کے میلے بوٹ تھے۔ ثاقب نے جھک کر ان کے بالائی جسم کو دیکھنے کی کوشش کی۔



ٹخنوں سے اونچی نارنجی رنگ کے پتلون پہنے اسے دو بھاری بھرکم آدمی دکھائی دیئے جو شکل وصورت میں دیو لگتے تھے۔ دونوں کے جسم بے حد فربہ تھے اور پیٹ توند باہر نکلی پڑی تھی جسے انہوں نے بیلٹ کے ذریعے باندھ رکھا تھا۔ ایک آدمی کے بال اور ڈاڑھی ٹماٹر جیسے سرخ رنگ کی تھی۔ موٹے موٹے ہونٹ لٹکے ہوئے تھے اور ٹیڑھے میڑھے گندے دانت ہونٹوں کے اوپر دکھائی دے رہے تھے جبکہ دوسرا آدمی کچھ زیادہ عجیب تھا۔ اس کے بالوں اور ڈاڑھی کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ اس کا باقی حلیہ پہلے آدمی جیسا ہی تھا۔ دونوں نے سروں پر کھیلنے والی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔ وہ دونوں اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ثاقب سوچ رہا تھا کہ یہ شور شرابا سن کر اس کے امی ابو چکے ہوں گے اور وہ ابھی آتے ہی ہوں گے مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہ دونوں ثاقب کے بستر کی طرف بڑھے۔ بستر خالی پا کر ایک آدمی بولا۔ ”لڑکا بستر میں نہیں ہے۔ ڈھونڈو یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ مجھے اس کی بو محسوس ہو رہی ہے۔“ یہ سن کر ثاقب کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ ڈر کے مارے چادر میں کانپنے لگا۔ دوسرا شخص ہنس کر بولا۔ ”بچے تم جہاں کہیں چھپے ہو باہر نکل آؤ..... ورنہ ہم تمہارے سارے کھلونے توڑ دیں گے۔“ ثاقب یہ سن کر مزید ڈر گیا کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو صبح اس کی خیر نہیں ہو گی۔ کھلونے توڑنے کے جرم میں اسے الگ مار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خوف کی وجہ سے وہ پلنگ کے نیچے ہی دبکا رہا۔ اس آدمی نے واقعی ویسا ہی کیا جیسا کہا تھا۔ اس نے شیلف میں رکھے ہوئے ثاقب کے قیمتی کھلونے نکالے اور زور زور

سے زمین پر پٹخنا شروع کر دیئے۔ کھلونا زمین سے ٹکراتا اور خوفناک آواز میں ٹوٹ کر پاش پاش ہو جاتا۔ نیلی ڈاڑھی والے نے اس کے سارے کھلونے اور کتابیں نکال کر زمین پر پھینک دیں۔ سرخ ڈاڑھی والے نے حد کر دی، اس نے چھت کا بڑا بلب پھوڑ ڈالا تھا۔ کمرے میں روشنی کم ہوگئی۔ اب صرف زیرو کا نیلا بلب بچا تھا۔ اگر وہ بھی ٹوٹ جاتا تو ثاقب کو کچھ دکھائی نہ دیتا۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوب جاتا۔ ''لگتا ہے وہ بچہ کمرے میں ہے ہی نہیں۔'' نیلی ڈاڑھی والے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''وہ یہیں ہے، میری ناک اس کی بو سونگھ رہی ہے۔ اسے چیزوں کے پیچھے ڈھونڈو احمق!'' سرخ ڈاڑھی والے نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ پھر وہ دونوں کمرے میں پڑی چیزوں کے پیچھے، اوپر نیچے سے ثاقب کو ڈھونڈنے لگے۔ جب سرخ ڈاڑھی والا پلنگ کی طرف بڑھا تو ثاقب کی ٹانگوں میں سے جیسے جان ہی نکل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا۔ دوسرے لمحے بھاری بھرکم پلنگ ہوا میں اُٹھتا چلا گیا۔ ثاقب چادر میں لپٹا ہوا انہیں دکھائی دینے لگا۔



’’یہ رہا بچہ! دیکھو میں نے اسے ڈھونڈ نکالا‘‘ سرخ ڈاڑھی والا بھاری بھرکم شخص خوشی سے کلکاری مارتا ہوا بولا۔ یہ سن کر نیلی ڈاڑھی والا بھی دانت نکالنے لگا۔ ثاقب کے پاس یہی موقعہ تھا کہ وہ بھاگ کر اپنے امی ابو کے پاس پہنچ جائے۔ اس بڑی کوشش کر کے ہمت باندھی اور چادر کو ایک طرف پھینک دیا۔ سرخ ڈاڑھی والا آدمی بھانپ چکا تھا اس لئے اس نے اپنے بڑے بھاری ہاتھ سے اسے دبوچنے کی کوشش کی۔ ثاقب جھکائی دے کر اس کے ہاتھ کے نیچے نکلا اور بیرونی دروازے کی طرف بھاگا۔ یہ دیکھ کر سرخ ڈاڑھی والا آدمی آگ بگولا ہو گیا۔ ’’پکڑو اسے بھاگنے نہ پائے۔‘‘ نیلی ڈاڑھی والے آدمی نے جلدی سے دروازے کو گھیرا اور ثاقب کو پکڑنے کیلئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ ثاقب ان دونوں کے مقابلے میں کمزور سا بچہ تھا۔ وہ نیلی ڈاڑھی والے کو جھکائی دے کر نکلنے کی کوشش میں ناکام رہا۔ اس نے ثاقب کو ٹانگ سے دبوچ لیا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اسے الٹا ہوا میں اُٹھالیا۔ ثاقب کے منہ سے دبی دبی خراہٹیں نکل رہی تھیں۔ وہ چیخ کر اپنے امی ابو کو آواز دینا چاہتا تھا مگر آواز اس کے حلق میں کہیں پھنس گئی تھی۔ وہ اپنے طور پر کافی کوشش کر رہا تھا کہ نیلی ڈاڑھی والے آدمی کے ہاتھ سے نکل جائے مگر اس کی گرفت لوہے کے پنجے سے کم نہیں تھی۔

’’مجھے چھوڑ دو...... مجھے چھوڑ دو!‘‘ ثاقب کے منہ سے بمشکل اتنا ہی نکلا۔ یہ سن کر وہ دونوں آدمی بے ڈھنگے انداز میں ہنسنے لگے۔ ’’کیسے چھوڑ دیں بچے؟‘‘ سرخ ڈاڑھی والا آدمی دانت نکال کر بولا۔ ’’تم تو ہماری ہنڈیا کی زینت بننے والے ہو۔‘‘ یہ سن کر ثاقب کے ہوش گم ہونے لگے۔ ’’لڑکے! ہم تمہیں اپنے سوپ میں ڈال کر تڑکا لگائیں گے تو اس کا ذائقہ اور دوبالا ہو جائے گا۔‘‘ نیلی ڈاڑھی والا ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ ثاقب نے پورا زور لگا کر خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔ وہ دونوں اسے لے کر دروازے سے باہر نکلے تو ثاقب کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کے کمرے کے باہر راہداری کے بجائے ایک بڑا باغیچہ تھا۔ جس میں لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اسے ٹانگ سے ہوا





میں لٹکائے لمبی گھاس پر چلنے لگے۔ ثاقب عجیب سی جگہ دیکھ کر یہ بھول گیا تھا کہ وہ دونوں اسے کس مقصد کیلئے لے جا رہے تھے؟ وہ عجیب سی وادی تھی جس میں سے وہ گزر کر ایک بڑے میدان میں پہنچ گئے۔ میدان کے بیچوں بیچ ایک بڑا الاؤ جلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جب وہ اس الاؤ کے قریب پہنچے تو ثاقب کے چہرے کی نسیں کھچنے لگیں۔ وہاں ایک بڑی دیگ دکھائی دے رہی تھی جو اس الاؤ کے اوپر رکھی ہوئی تھی۔ اس میں کچھ پک رہا تھا اور بھاپ کے بھپھولے دیگ کے منہ سے اُٹھ رہے تھے۔ اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ وہ جو کہہ رہے تھے، وہ سچ تھا۔ وہ اسے یقیناً اس دیگ میں ڈال پکائیں گے اور پھر کھا جائیں گے۔ جب وہ دیگ کے پاس پہنچ گئے تو سرخ ڈاڑھی والے نے دیگ میں جھانکا۔ ''صحیح وقت پر پہنچے ہیں، سوپ پوری طرح پک چکا ہے اب صرف تڑکا لگانے کی دیر ہے۔ چلو جلدی سے اسے دیگ میں ڈالو تا کہ ہمارا کھانا مکمل ہو جائے۔'' نیلی ڈاڑھی والے نے ثاقب کو سیدھا کیا اور کمر سے پکڑ کر دیگ میں ڈالنے لگا۔ ثاقب کی نظر دیگ کے اندر پڑی تو اس نے دیکھا کہ وہاں انسانی کھوپڑیاں اور دوسری ہڈیاں خون میں اُبل رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ جان چکا تھا کہ اب وقت ختم ہو چکا ہے، اگلے لمحوں میں اس کی زندگی موت میں بدل جائے



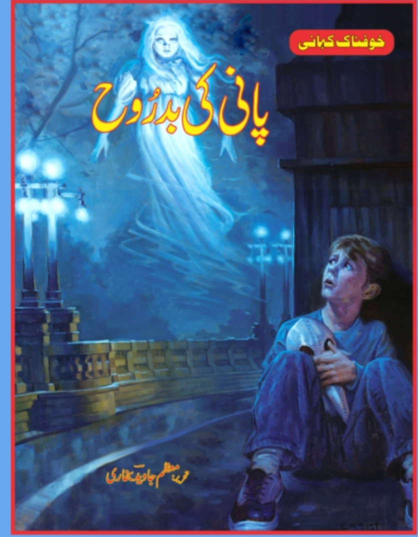
گی اور وہ ہمیشہ کیلئے مرجائے گا۔اس نے چاروں طرف دیکھا۔وہاں کوئی دوسرا نہیں تھا جو اسے بچانے کی کوشش کرتا۔ان تینوں کے علاوہ وہاں ایک چوتھا فرد بھی موجود تھا جس سے وہ سب بے خبر تھے۔وہ سائے کی طرح رینگتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔جونہی نیلی ڈاڑھی والے نے ثاقب کو دیگ کے اوپر لے کر چھوڑا۔اسی وقت وہ سایہ حرکت میں آیا اور کمال پھرتی سے آگے بڑھا اور اس نے الاؤ پر رکھی ہوئی دیگ کو دوسری طرف اُلٹ دیا۔ثاقب دیگ کے منہ میں جانے کے بجائے اس کی سطح سے ٹکرایا اور دوسری طرف زمین پر جا گرا۔دیگ الٹتے ہی سارا سوپ زمین پر گر گیا۔سرخ خون اور ہڈیوں کے پنجر ادھر ادھر پھیل گئے۔''ہائے یہ کیا ہوا؟ ہمارا کھانا......؟''سرخ ڈاڑھی والا دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا۔نیلی ڈاڑھی والا ہکا بکا کھڑا اُلٹی ہوئی دیگ کو تکے جا رہا تھا۔ان دونوں کا دھیان ثاقب سے ہٹ چکا تھا۔وہ اپنا کھانا گر جانے پر ماتم کر رہے تھے۔ثاقب جان بچ جانے پر خوش تھا مگر وہیں بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔اچانک اس کا بازو کسی نے دبوچا اور اپنی طرف کھینچا۔ثاقب نے چونک کر ادھر دیکھا تو ایک ننھی لڑکی دکھائی دی جس نے نیلے رنگ کی پھولوں والی فراک پہن رکھی تھی۔وہ آنکھوں کے اشارے سے اسے وہاں سے نکلنے کا کہہ رہی تھی۔ثاقب غیر ارادی طور پر اُٹھا اور اس کے ساتھ بھاگنے لگا۔موٹے آدمی اب آپس میں لڑ رہے تھے کہ تم نے دیگ کیوں گرائی؟ جب ثاقب اس لڑکی کے ساتھ کافی دور نکل آیا تو اس کے اوسان بحال ہوئے تو اس نے پوچھا۔''تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟'' وہ لڑکی مسکرائی اور

اور بولی۔ ”میرا نام امید ہے اور میں تمہارے ساتھ ہی رہتی ہوں۔ میری ہی وجہ سے تم ہر ڈر اور خوف کو بھول جاتے ہو۔“ ثاقب حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ اس کی حیران صورت دیکھ کر بولی۔ ”میں جب اپنی کرنیں تمہارے وجود میں پھیلاتی ہوں تو تم پہلے جیسے خوش ہو جاتے ہو۔ مگر تم اندھیروں میں بھٹکتے رہتے ہو جس کی وجہ سے میں کمزور ہو جاتی ہوں۔ اگر تم مجھے طاقت دو تو تم سے نہ کوئی غلطی ہو گی اور نہ ہی تمہیں خوف ستائے گا۔“ ثاقب کو کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ اس نے اس سے ڈھیر باتیں اور شکایتیں کیں۔ امید نے اس کے حوصلوں کو بلند کیا۔ جب وہ دونوں گھر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی۔ اسی وقت ثاقب کو اپنی امی کی آواز سنائی دی۔ ”اُٹھو صبح ہو چکی ہے سکول جانا ہے۔ جلدی سے منہ ہاتھ دھو لو۔“ ثاقب نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کتنا بھیانک خواب تھا۔ مگر امید بڑی پیاری تھی جس نے سارا خوف اور ڈر اس کے اندر سے نکال ڈالا تھا۔

(ختم شد)



بچوں کیلئے خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں



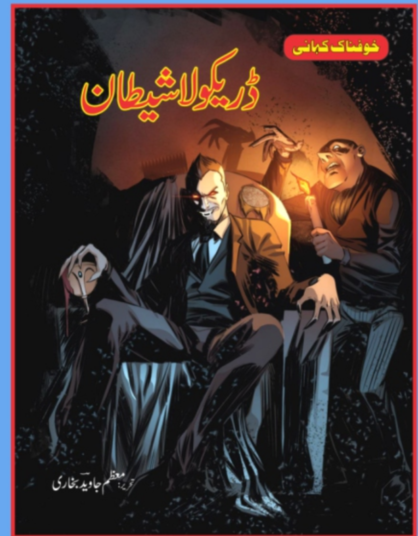


















الاسد پبلی کیشنز

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اُردو بازار لاہور

Ph: 042-37224472